پنجاب کی تقسیم اور نہری پانی کا تنازعہ: تاریخی و تنقیدی مطالعہ

The Impact of Partition of the Punjab on the Canal Water Distribution: An Historical Analysis

محمد نواز بھٹی*

محمد عمران**

Abstract

After the World War II, the British government finally decided to leave India but it was not a country in which they could hand over power to its natives and quit. It was the home of diverse religious, cultural and ethnic communities. Hindus were in dominent majority and Muslims were the second largest community. The Muslims were worried about the Hindu majority in any future democratic set up. They demanded the partition of India into two independent and sovereign states (India and Pakistan) to secure their future but Hindus bitterly opposed the idea of partition. In their opposition to a muslim state (Pakistan), they maneuvered support of Sikhs who were five million concentrated only in Punjab and demanded partition of the Punjab. Ultimately, their demand was accepted by the British Government and Muslim League and the Province was divided into Eastern and Western Punjab. This paper is an attempt to highlight the reasons and events of the partition of Punjab which led to the division

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آ ف پالیٹکس اینڈ انٹرنیشنل ریلیشنز، یونیورسٹی آف سرگودھا۔

** پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آ ف پالیٹکس اینڈ انٹرنیشنل ریلیشنز، یونیورسٹی آف سرگودھا۔

of canal irrigation system and its impact on water management and development in the Indus River Basin and also on the agricultural economy of Pakistan.

تلخیص

دوسری جنگ عظیم کے بعد بالآخر برطانوی حکومت نے ہندوستان کو آزاد کرنے کا فیصلہ کیا۔لیکن یہ کوئی ایسا ملک نہیں تھا کہ جس میں اقتدار مقامی باشندوں کے حوالے کر کے آزاد کردیا جاتا بلکہ یہ مختلف مذہبی،ثقافتی اور لسانی قومیتوں کا مسکن تھا جس میں ہندو سب سے بڑی قومیت تھے جبکہ مسلمان دوسری بڑی قوت تھے۔مسلمان انگریزوں کے جانے کے بعدمستقبل کے کسی بھی جمہوری انتظام میں ہندو اکثریت سے خوفزدہ تھے۔لہذا انہوں نے ہندوستان کی دو آزاد اور خودمختار مملکتوں میں تقسیم کا مطالبہ کیا تاکہ ان کے مستقبل کا تحفظ ہو سکے۔ لیکن ہندوؤں نے اس مطالبے کی شدت سے مخالفت کی۔انہوں نے پاکستان کی تخلیق کی مخالفت میں سکھوں کی مدد حاصل کی جو کہ پانچ ملین کی تعداد مین صرف پنجاب میں آباد تھے، اور پنجاب کی تقسیم کا مطالبہ کیا۔آخر کار ان کا تقسیم پنجاب کا مطالبہ برطانوی حکومت اورمسلم لیگ دونوں نے قبول کر لیا اور صوبے مشرقی اور مغربی پنجاب میں تقسیم کر دیا گیا۔اس پیپر میں ان وجوہات اور واقعات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے جو صوبہ پنجاب کی تقسیم کے محرک بنے اور جس کی وجہ سے نہری آبپاشی کا نظام بھی تقسیم ہوا۔ علاوہ ازیں آبپاشی کے نظام کی تقسیم کے پاکستان کی زرعی معیشت اور پاک بھارت تعلقات پر اثرات کا جائزہ بھی پیپر کا موضوع ہے۔

تعارف

ہندوستان کے لوگوں کی آزادی کیلئے انتہائی طویل اور کٹھن جدوجہد کے نتیجے میں بالآخر دوسری جنگِ عظیم کے اختتام پر برطانوی حکومت نے ہندوستان چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔لیکن ہندوستان کوئی ایسا ملک نہیں تھا جہاں محض انتقال اقتدارکے ذریعے برطانوی راج کا اختتام مقصود تھا بلکہ یہ مختلف مذہبی قومیتوں کا مسکن تھا جہاں ہندوؤں کی واضح اکثریت تھی جبکہ مسلمان دوسری بڑی مذہبی قوت تھے جو کہ مستقبل کے جمہوری نظام میں ہندو

اکثریت کے غلبہ سے خوفزدہ تھے۔لہذا اسی بنا پر انہوں نے مطالبہ کیا کہ انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنے سے قبل اس کو دو آزاد اور خود مختار ممالک میں تقسیم کردینا چاہیے۔انہوں نے مطالبہ کیا کہ مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل ایک علیحدہ اور خود مختار ریاست ''پاکستان'' کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ مستقبل کے جمہوری نظام میں مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ ممکن ہو سکے لیکن ہندوؤں کیلئے تقسیم ہند کا یہ مطالبہ کسی بھی صورت میں قابل قبول نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اسکی شدت سے مخالفت کی۔مہاتما گاندھی نے اسے گاؤ ماتا(ہندوؤں کے نزدیک انتہائی متبرک جانور) کی تقسیم کے مترادف قرار دیا۱۔

زمینی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے بالآخر برطانوی وزیراعظم لارڈ اٹلی نے ۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کودارالعمراء میں اعلان کیا کہ انتقال اقتدار کا عمل جون ۱۹۴۸ء تک مکمل کرلیا جائے گا۲۔یہ صورت حال کانگریس کے لئے کسی صورت میں بھی قابل قبول نہیں تھی لہذا پاکستان کی مخالفت میں اس نے سکھوں کی مدد حاصل کی جو کہ ۵۰ لاکھ کی آبادی کے ساتھ صرف پنجاب میں ہی رہائش پذیر تھے اورساتھ ہی پنجاب کی تقسیم کا مطالبہ کردیا۔ مارچ ۱۹۴۷ء کے آغاز میں سکھ لیڈرماسٹر تاراسنگھ نے کانگرسی لیڈر بھیم سن ساچار کے ساتھ پنجاب اسمبلی کی سیڑھیوں پر کھڑے ہوکر اپنی ننگی تلوار کو لہراتے ہوئے اعلان کیاکہ ''اب صرف تلوار کی طاقت ہی حکمرانی کرے گی اور سکھ اسکے لیے تیار ہیں۳'' جون ۱۹۴۷ء کے آغاز میں سکھ قیادت نے ہندوستان کی تقسیم کی صورت میں اپنی حکمت عملی طے کرنے کیلئے نیڈوز ہوٹل لاہور میں ایک اجلاس کا انعقاد کیا جس میں ماسٹر تاراسنگھ نے سکھوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''او سکھ قوم تم نازی جرمنی اور جاپانیوں کی طرح اپنی تباہی کیلئے تیار ہوجاؤ۔۔۔۔۔۔ہماری مادرِ وطن ہم سے خون کا مطالبہ کر رہی ہے''۔۴

ماسٹر تارا سنگھ کے اس بیان نے انتشار کی صورت حال کو جنم دیا جس سے پنجاب کے طول و عرض میں فسادات پھوٹ پڑے۔اس ساری صورت حال میں کانگرس نے مکمل طور پر سکھوں کی پشت پناہی کی اور پنجاب کی تقسیم کے حوالے سے سکھوں کے مطالبہ کی کھل کر حمائت کی۔جبکہ دوسری طرف مسلمان ان تمام تر مخالف قوتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے علیحدہ آزاد اور خود مختار وطن کے مطالبہ پر ڈٹے رہے۔آخر کار کانگرس اور تاجِ

برطانیہ نے پاکستان کی حقیقت کو تسلیم کرلیا۔جس سے ہندوؤں کا اکھنڈ بھارت کا خواب چکنا چور ہوگیا۔لیکن ساتھ ہی انہوں نے نئی تخلیق پانے والی مملکت ''پاکستان'' کو ہرطرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔مثال کے طور پر تقسیم کے معاہدہ کی رو سے پاکستان کو فوجی سٹورز میں سے ۱۷۰۰۰ ٹن دینے کا وعدہ کیا گیا جبکہ صرف ۶۰۰۰ ٹن دیا گیا۔اسی طرح پاکستان کو اُس کے حصے کا گولہ و بارود پہنچانے کیلئے ۳۰۰ ریل گاڑیوں کا انتظام کیا جانا تھا لیکن صرف تین اپنی منزل تک پہنچ سکیں۔جن میں ۵۰۰۰ جوتے،نرسوں کے قمیض، ۵۰۰۰ خراب رائفلز اور بے شمار لکڑی کے باکسز جن میں اینٹیں اور مانع امراض ادویات بھری ہوئی تھیں شامل تھے۔۵ علاوہ ازیں ہندوستان کی طرف سے برطانوی ہند کے خزانے سے۵۵۰ ملین روپے کا پاکستانی حصہ دینے سے بھی انکار کردیا گیا۔حالانکہ ریاست پاکستان دیوالیہ ہونے کے قریب تھی۔اور اسکے پاس ملازمین کو تنخواہیں دینے کیلئے بھی سرمایہ نہیں تھا۔

پاکستان کی تخلیق کے حوالے سے ہندو ذہنیت کو بیان کرتے ہوئے Tucker کہتا ہے کہ ہندو کہتے تھے ''اگر مسلمان پاکستان کو حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں تو ہم ان سے اچھی طرح انتقام لیں گے۔ہم ان کی علاقے کے ہر اک انچ سے حصہ لینے کی کوشش کریں گے اور اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ وہ اقتصادی طور پر قابل عمل ریاست نہ بن سکے۶۔ اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے وہ مزید لکھتا ہے کہ''اس چیلنج نے پاکستان میں تلخ یادیں چھوڑیں اور بہت سے لوگوں کو یقین ہوگیا کہ ان کے بھارتی پڑوسی انہیں اپنے ہی گھر میں اجنبی کرنے کی کوشش کر رہے تھے'' ۷

یہ یقین صرف پاکستان کا ہی نہیں تھا بلکہ فیلڈ مارشل سر کلاوَڈی اُچنلک (Sir Claude Auchinleck) کمانڈر انچیف آف انڈین آرمز فورسز،جوکہ فوجی سازوسامان کی تقسیم کا ذمہ دار تھا،نے برطانوی وزیراعظم کو مطلع کیا کہ موجودہ ہندوستانی حکومت نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ ہندوستان میں محفوظ شُدہ فوجی سازوسامان سے پاکستان کو اُس کا حصہ لینے سے ہرصورت میں روکا جائے۔ اُس نے مزید کہا کہ ''مجھے یقین ہے کہ موجودہ ہندوستانی کابینہ نے یہ پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ پاکستا ن کی تخلیق کو ہر صورت میں روکا جائے'' ۸

۳جون۱۹۴۷ء کو برطانوی حکومت نے تقسیم ہندوستان کے حتمی منصوبے کا اعلان

کیا۔ابتدا میں تقسیم کا عمل جون ۱۹۴۸ء تک مکمل کرنے کا اعلان کیا گیا تھا لیکن اس منصوبے کے تحت تقسیم کا عمل ۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء تک پائیہ تکمیل تک پہنچانے کا اعلان کیا گیا۔

ہندوستان ایک وسیع و عریض برصغیر تھا جوکہ درجن بھر صوبوں اور۵۶۲ چھوٹی بڑی شاہی ریاستوں پر مشتمل تھا۔ صوبے تو براہ راست تاج برطانیہ کے کنڑول میں تھیلیکن شاہی ریاستیں مقامی راجوں مہاراجوں کے بالواسطہ کنڑول میں تھیں۔اتنے بڑے ملک کو محض ۷۳ دنوں میں تقسیم کرنے کی کوئی مثال نہیں ملتی۔مثال کے طور پر برما کو ۱۹۳۷ء میں ہندوستان سے علیحدہ کرنے کا عمل دوسال میں مکمل ہوا۔اسی طرح سندھ کو بمبئی اور اُڑیسہ کو بہار سے علیحدہ کرنے کا عمل بھی دوسال میں مکمل ہوا۔کسی بھی صوبے کی تقسیم کے تمام مراحل دوسال سے کم عرصے میں تکمیل پذیر نہیں ہوئے چہ جائیکہ پورے ہندوستان کی تقسیم کے تمام مراحل کو محض ۷۳ دنوں میں مکمل کیا جائے ۹۔ تقسیم کے عمل کو اتنا تیزی سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ انگریزوں کو امن و امان کی انتہائی سنگین صورت حال کا سامنا تھا جسکی وجہ سے وہ ہندوستان کو جلد از جلد چھوڑنا چاہتے تھے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک کے مختلف علاقوں میں اکا دُکا فرقہ وارانہ فسادات ۱۹۴۷ء کے موسم گرما کے آغاز میں وقوع پذیر ہوئے تھےلیکن صورت حال اس حد تک بھی خطرناک نہیں تھی کہ جس سے برطانوی پائیہ تخت ہی لرز جاتا۔

دراصل تقسیم کے عمل کو اتنا تیزی سے مکمل کرنے کی وجہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور کانگریس کے درمیان ایک خفیہ معاہدے کو چھپانا تھا۔اس حوالے سے مشترکہ گورنر جنرل کا سوال بہت اہم تھا۔ ہر شخص یہ جانتا تھا کہ ہندوستان جیسے عظیم ملک کو محض دوماہ میں تقسیم کرنا کسی صورت بھی ممکن نہیں تھا۔ماؤنٹ بیٹن نے اسکا جوحل پیش کیا اُس کے مطابق وہ ۱۵؍اگست کے بعد آٹھ سے نو ماہ کیلئے دونوں آزاد ہونے والے ممالک کے مشترکہ گورنر جنرل کے طور پر کام کرے گا۔اسطرح تقسیم کے عمل کو بہتر طریقے سے مکمل کیا جاسکے گا۔۱۰

جبکہ دوسری طرف قائداعظم نے کئی سیاسی و آئینی وجوہات کی بنا پر لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی بطور مشترکہ گورنر جنرل تقرری کی تجویز سے اتفاق نہ کیا۔ لہذا ماونٹ بیٹن نے قائداعظم کے اس فیصلے پر شدید غم وغصے کا اظہار کیا۔اس حوالے سے چوہدری محمد علی ماؤنٹ بیٹن کے

جذبات کی عکاسی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک دن جب وہ قائداعظم اور لیاقت علی خان کے ساتھ مِل کر وائسرائے ہاؤس میں آزادی ہند کے مسودہ قانون پر کام کررہے تھے توماؤنٹ بیٹن کمرے میں داخل ہوا۔"اُس نے مسٹر جناح کے سامنے اپنے موقف کی وضاحت دلائل، درخواستوں اور دھمکیوں سے کی۔اُس نے دعوٰی کیا کہ مشترکہ گورنر جنرل کی تجویز اعلیٰ ترین مقاصد کے حصول کیلئے تھی اور یہ پاکستان کے بہترین مفاد میں تھی۔ بطور گورنر جنرل اُس کے بغیر پاکستان نے اپنے آپ کو انتہائی نقصان دہ صورت حال سے دوچار کرلیا ہے'' ۱۱

چوہدری محمد علی مذید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اُس وقت کے بعد ماؤنٹ بیٹن کے رویے میں پاکستان اورتقسیم کے مسائل کے حوالے سے واضح تبدیلی نظرآنے لگی۔اس سے قبل ماؤنٹ بیٹن ہمیشہ جناح سے انتہائی رواداری کا مظاہرہ کرتا تھا لیکن اب اُس کے رویے میں واضح عناد نظر آنے لگا''۔۱۲

برطانوی حکومت ہندوستان اور پاکستان کو برطانوی دولتِ مشترکہ کا رکن بنانا چاہتی تھی۔محمد علی جناح پہلے ہی اپریل۱۹۴۷ء کے آغاز میں اعلان کر چکے تھے کہ پاکستان برطانوی دولتِ مشترکہ میں شامل ہوجائے گا جبکہ دوسری طرف کانگرس ایسا کرنے کیلئے تیار نہ تھی۔وہ بار بار اس بات کا اعادہ کر چکی تھی کہ ہندوستان ایک جمہوریہ ہوگا۔ لہٰذا موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے کانگریس نے ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ وی۔پی۔مینن کے ذریعے ایک خفیہ ڈیل کی۔۱۳

یکم مئی۱۹۴۷ء کو وی۔پی۔مینن(V.P.Menon)نے سردار پٹیل کا خفیہ پیغام لارڈ ماؤنٹ بیٹن تک پہنچایا جس میں کانگریس نے ہندوستان کی دولت مشترکہ میں شمولیت اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو پہلا گورنرجنرل قبول کرنے کی پیشکش کی لیکن اس کے بدلے میں انتقالِ اقتدار کا عمل صرف دوماہ میں مکمل کرنے کا مطالبہ کیا۔۱۴

مشترکہ گورنر جنرل کے خلاف جناح کے فیصلے نے پاکستان پر بے پناہ اثرات چھوڑے۔اُس نقصان کی تلافی کرنا تو شاید آسان تھی جو پاکستان نے مادی اثاثوں کی صورت میں اُٹھایا لیکن دوسرے اہم فیصلے خصوصا باؤنڈری ایوارڈ،ریاستوں کے الحاق اور مسئلہ کشمیر پاکستان کے لیے گھمبیر مسائل کا سبب بنے۔

آخرکار ہندوستانی قیادت سے مذاکرات اور مشورے کے بعد ماؤنٹ بیٹن مئی ۱۹۴۷ء میں لندن روانہ ہوا تاکہ انتقال اقتدار کے لائحہ عمل پر برطانوی قیادت سے بات چیت کی جائے لیکن بقول بشیر۔اے۔ملک، لارڈ ماؤنٹ بیٹن اپنے ساتھ ایک مکمل منصوبہ لیکر گیا تھا جسکو برطانوی کابینہ سے منظور کرایا گیا۔۱۵ ۳جون کا منصوبہ ماؤنٹ بیٹن پلان بھی کہلاتا ہے۔ اس منصوبے کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ پنجاب اور بنگال کی اسمبلیوں کو (بغیر یورپی ممبرز) کہاجائے گا کہ وہ دو حصوں میں تقسیم ہوکر اجلاس منعقد کریں۔ایک حصہ اُن اضلاع پر مشتمل ہوگا جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں اور دوسرا حصہ بقیہ اضلاع کے ممبرز پر مشتمل ہوگا۔ دونوں حصوں کے ممبرز کو یہ اختیار دیا گیا کہ تقسیم کی مخالفت یا حق میں ووٹ دیں۔فیصلہ سادہ اکثریت سے ہوگا۔

۲۔ تقسیم کے فیصلے کی صورت میں پنجاب اور بنگال کی اسمبلیوں کا ہر حصہ یہ فیصلہ کرے گا کہ وہ کونسی آئین ساز اسمبلی (پاکستان یا انڈیا) کو جائن کرے گا۔

۳۔ اگر تقسیم کا فیصلہ اختیار کیا جاتا ہے تو گورنر جنرل باؤنڈری کمیشن تشکیل دے گا۔۱۶

بنگال اسمبلی کے مسلمان اور ہندو ممبرز کا علیحدہ علیحدہ اجلاس ۲۰ جون ۱۹۴۷ء کو اور پنجاب اسمبلی کے ممبرز کا اجلاس ۲۳ جون ۱۹۴۷ء کو ہوا اور نتیجہ دونوں صوبوں کی تقسیم کی صورت میں نکلا۔ ۳ جون کے منصوبے کے مطابق دو باؤنڈری کمیشن قائم کیئے گئے جو کہ پاکستان اور ہندوستان کے دو دو نمائندوں اور ایک غیر جانبدار چیئرمین پر مشتمل تھے۔پاکستان اور ہندوستان کے نمائیندوں کے درمیان کسی بھی تضاد کی صورت میں چیئرمین کو حتمی فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا۔

پاکستان کی طرف سے باؤنڈری لائن کے تعین کا مسئلہ اقوام متحدہ کے ذریعے حل کرنے کی تجویز بھی پیش کی گئی لیکن جواہرلعل نہرو نے اس تجویز کو اس بنا پر مسترد کر دیا کہ اسطرح بہت زیادہ تاخیر ہوگی۱۷۔ قائداعظم نے برطانیہ کے تین قانون دانوں کے نام غیر جانبدار ارکان کے طور پر پیش کیئے لیکن لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے یہ تجویز اس بنا پر مسترد کر دی کہ مذکورہ بالا قانون دان بوڑھے ہیں اور وہ ہندوستان کی گرمی کو برداشت نہیں کر

سکتے۔اُس نے قائداعظم کو ممتا زبرطانوی قانون دان سر سرل ریڈ کلف کو بطور چیئرمین باؤنڈری کمیشن قبول کرنے کیلئے قائل کیا۔پنجاب باؤنڈری کمیشن کیلئے پاکستان کی طرف سے جسٹس دین محمد اور جسٹس محمد منیر جبکہ ہندوستان کی طرف سے جسٹس مہر چند مہاجن اور جسٹس تیج سنگھ کو نامزد کیا گیا۔مذکورہ بالا تمام ارکان ہائیکورٹ کےباؤنڈری کمیشن کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ پنجاب کے دونوں حصوں کے درمیان سرحد کا تعین مسلم اور غیر مسلم ملحقہ اکثریتی علاقوں کی بنیاد پر کرے اور ایسا کرتے وقت دوسرے عوامل کو بھی مدنظر رکھے۔مسلم اور غیر مسلم اکثریتی علاقوں کا تعین 1941 کی مردم شماری کی بنیاد پر کیا جائے۔۱۹

باؤنڈری کمیشن کے ٹرمز آف ریفرنس انتہائی غیر واضح تھیں۔مثال کے طور پر یہ وضاحت نہیں کی گئی تھی کہ ملحقہ مسلم اور غیر مسلم علاقوں کا تعین کرتے وقت بنیادی انتظامی یونٹ تحصیل ہو گی یا ضلع۔علاوہ ازیں "دوسرے عوامل" کی اصطلاح بھی مبہم تھی جس کا فائدہ ریڈکلف ایوارڈ میں اُٹھایا گیا۔

پنجاب ایوارڈ(ریڈکلف ایوارڈ)

ریڈکلف صوبہ پنجاب سے متعلق باؤنڈری ایوارڈ پرمشتمل اپنی رپورٹ میں یہ تسلیم کرتا ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے نامزد کردہ ممبران کی سرحدی لائن کے تعین کے حوالے سے متضاد آراء کے پیش نظر مسئلہ کا متفقہ حل ممکن نہیں ہوسکا۔پیراگراف نمبر9میں وہ کہتا ہے کہ پنجاب میں سرحدی لائن کا تعین انتہائی مشکل کام تھا۔دونوں پارٹیوں کی طرف سے وسیع علاقوں کا دعوٰی کیا گیا لیکن میری رائے میں قابلِ بحث علاقہ ایک طرف دریائے ستلج اور بیاس جبکہ دوسری طرف دریائے راوی کے درمیان اور اردگرد کا ہے۔اس علاقے میں موجود نہری نظام کی وجہ سے یہاں سرحدی لائن کا تعین انتہائی پیچیدہ عمل تھا۔کیونکہ یہ نہری نظام پنجاب کی حیوانی اور نباتاتی زندگی کیلئے بہت اہم تھا۔

پیراگراف نمبر ۱۰ میں وہ کہتا ہے کہ اس نے دریائے ستلج کے مشرق اور دریائے ستلج اور بیاس کے کونے(angle) میں موجودمسلم اکثریتی علاقے میں سرحدی لائن کا تعین کرنے کیلئے بہت سوچا لیکن اُس کی رائے میں اس علاقے کو مغربی پنجاب میں میں شامل کرنا کسی

صورت میں بھی دونوں ممالک کے مفاد میں نہیں تھا۔اس کے علاوہ کچھ دوسرے عوامل جیسے پانی اور ریلوے کے نظاموں میں خلل مسلم اور غیر مسلم ملحقہ اکثریتی علاقوں کے بنیادی دعوٰی کی ہی نفی کرتے تھے۔

پیراگراف نمبر ۱۱ میں وہ مزید بیان کرتا ہے کہ اپر باری دوآب کینال سسٹم کا جوکہ مادھوپور اور ضلع لاہور کی مغربی سرحد کے درمیان واقع تھا، کو غیر منقسم رکھنا اُس کے لیے ممکن نہیں تھا۔لیکن اُس نے لاہور اور امرتسر کے اضلاع کے درمیان باؤنڈری لائن کے تعین میں کچھ معمولی تبدیلیاں کی ہیں تاکہ نہری نظام کی تقسیم کے برے نتائج کو کم سے کم کیا جاسکے۔۲۰

باؤنڈری کمیشن کا دائرہ کار تو مسلم اور غیر مسلم ملحقہ اکثریتی علاقوں کی بنیاد پر سرحدی لائن کا تعین کرنا تھا لیکن ریڈکلف ایوارڈ نے کئی مسلم اکثریتی علاقوں کو ہندوستان میں شامل کردیا جبکہ اس کے برعکس ایک بھی ہندو اکثریتی علاقہ پاکستان میں شامل نہ کیا۔اگر اس عمل کی جائزیت جملہ''دوسرے عوامل'' میں تلاش کی جائے تو بڑی عجیب صورتحال سامنے آتی ہے کہ جملہ ''دوسرے عوامل'' نے مکمل طور پر ہندوستان کے حق میں اور پاکستان کی مخالفت میں کام کیا۔

گرداسپور ضلع کی دومسلم اکثریتی ملحقہ تحصیلیں، گرداسپور اور بٹالہ اور انکے ساتھ پٹھانکوٹ تحصیل ہندوستان کو محض ریاست جموں وکشمیر تک زمینی راستہ فراہم کرنے کیلئے دے دی گئیں۔امرتسر ضلع کی ایک اور مسلم اکثریتی تحصیل ''اجنالہ'' ہندوستان کے حوالے کر دی گئی۔ضلع جالندھر کی دو مسلم اکثریتی ملحقہ تحصیلیں ''نکودر اور جالندھر'' جو کہ دریائے ستلج اور بیاس کے درمیانی کونے میں تھیں،بھی ہندوستان کو دے دی گئیں۔اسکے علاوہ فیروز پور ضلع کی دومسلم اکثریتی تحصیلیں ''زیرہ اور فیروز پور'' جو کہ دریائے ستلج کے مشرق میں تھیں،بھی ہندوستان کو الاٹ کر دی گئیں۔مذکورہ بالامسلم اکثریتی ملحقہ علاقوں کی تفصیل نیچے دیئے گئے ٹیبل میں دی گئی ہے۔

۱۹۴۱کی مردم شماری کے مطابق مسلم اکثریتی علاقے۔۲۱

ضلع/تحصیل	علاقہ (مربع کلومیٹر)	کل آبادی	مسلم	فیصد	ہندو	فیصد	سکھ	فیصد	عیسائی	فیصد
گرداسپور*	4,723	1,153,511	589,923	51.14	290,734	25.21	131,561	11.41	50,262	4.36
گرداسپور**	1,287	328,819	171,498	52.16	57,281	17.42	76,695	23.32	22,506	6.84
بٹالہ**	1,235	380,053	209,277	55.07	33,610	8.84	116,413	30.63	20,670	5.44
جالندھر*	3,476	1,127,190	509,804	45.23	311,010	27.59	298,741	26.50	5,971	0.53
جالندھر**	1,008	443,010	226,623	51.16	123,718	27.93	86,996	19.64	4,656	1.05
نکودر**	945	228,783	135,918	59.14	39,766	17.38	52,037	22.75	929	0.41
فیروزپور*	10,523	1,423,076	641,448	45.07	287,733	20.22	479,486	33.69	11,031	0.78
فیروزپور**	1,761	290,286	160,371	55.25	53,520	18.44	70,782	24.38	3,847	1.33
زیرہ**	1,279	210,819	137,586	65.26	18,863	8.95	50,209	23.82	3,801	1.80
امرتسر*	4,043	1,413,876	657,695	45.52	217,431	15.38	510,845	36.13	25,330	1.79
اجنالہ**	1,083	237,049	140,939	59.46	15,415	6.50	67,986	28.68	12,708	5.36

ضلع* تحصیل**

ریڈ کلف نے مسلم اکثریتی ملحقہ علاقوں کو ہندوستان کے حوالے کرنے کی وجہ نہری نظام کو تباہی سے بچانا قرار دی جو کہ انتہائی کمزور ہے۔فیروز پور ہیڈورکس سے نکلنے والی تمام نہریں ''سوائے بیکانیر کنال'' مغربی پنجاب کے مسلم اکثریتی علاقوں کو سیراب کرتی تھیں لہٰذا فیروزپور ہیڈورکس اصولی طور پر پاکستان کو الاٹ کیا جانا چاہئے تھا لیکن ریڈکلف ایوارڈ میں سرحدی لائن کا تعین اس انداز سے کیا گیا کہ فیروز پور ہیڈورکس بھی ہندوستان کی طرف چلا گیا۔ لہذا ریڈکلف نے ان علاقوں کو ہندوستان کو الاٹ کرکے نہ صرف نظام آبپاشی کو تباہ کیا بلکہ بین الاقوامی قانون کی بھی دھجیاں بکھیردیں۔

علاوہ ازیں ریڈکلف لائن دریائے راوی اور ستلج کو آرپار کاٹتی ہے۔اس نے اپرباری دوآب کینال سسٹم کو بھی دوحصوں میں تقسیم کردیا۔اسکا مادھوپور کے مقام پر ہیڈورکس ہندوستان کو دے دیاگیا جبکہ آب پاش علاقہ زیادہ تر مسلم اکثریتی علاقوں بٹالہ، گرداسپور، اجنالہ، لاہور اور قصور میں تھا۔ اس نہری نظام کی تقسیم نے مغربی پنجاب کے کروڑوں لوگوں کی روزی کو متاثر کیا۔

مغربی پنجاب،آبپاشی کے حوالے سے نہری نظام پر بہت زیادہ انحصار کرتا تھا۔یہ نہری

نظام ایک ایسا سود مند نظام تھا جو انگریزوں نے ہندوستان میں متعارف کرایا۔ دریائے سندھ کے پانیوں نے ایک خشک اور نیم خشک علاقے کو سرسبز و شاداب کھیتوں میں بدل دیا۔لیکن اہم ترین ہیڈورکس کا کنڑول ہندوستان کو دے کر ریڈکلف ایوارڈنے مغربی پاکستان کی معیشت کو خطرات سے دوچار کر دیا۔

پنجاب پارٹیشن کمیٹی اور ثالثی عدالت

اثاثوں کی تقسیم کیلئے دو ادارے قائم کیے گئے۔پنجاب پارٹیشن کمیٹی صوبہ پنجاب کی تقسیم کے معاملات طے کرنے کیلئے بنائی گئی۔یہ مشرقی و مغربی پنجاب کے ایک ایک وزیر پر مشتمل تھی جس کی صدارت گورنر پنجاب کے ذمہ تھی۔مغربی پنجاب کی نمائیندگی سردار شوکت حیات جبکہ مشرقی پنجاب کی نمائیندگی سواران سنگھ نے کی۔کسی بھی اختلاف کی صورت میں کمیٹی کا کام ثالثی عدالت میں حتمی فیصلے کیلئے ریفرنس دائر کرنا تھا۔

پارٹیشن کمیٹی کے نیچے مختلف امور کو طے کرنے کیلئے مزید ذیلی کمیٹیاں بنائی گئیں تھیں۔مادی وسائل کی تقسیم اور مشترکہ اثاثہ جات بمعہ نہری پانی کے مستقبل میں انتظام سے متعلقہ مسائل کا حل ذیلی کمیٹی "بی" کی ذمہ داری تھا۔یہ کمیٹی مشرقی و مغربی پنجاب کے برابر تعداد میں ممبرز پر مشتمل تھی۔پنجاب پارٹیشن کمیٹی نے تقسیم کے بعد مشرقی و مغربی پنجاب کے پانی کے حصہ پر کمیٹی ''بی'' کی متفق الرائے رپورٹ وصول کی جس کے پیراگراف ۱۵کے مطابق" کمیٹی کا اس بات پر مکمل اتفاق تھا کہ پنجاب کے دونوں حصوں کیلئے مختلف نہروں سے مقرر کردہ پانی کے حصوں پر کوئی اختلاف نہیں تھا'' یعنی کمیٹی ''بی'' نے تقسیم سے پہلے والے پانی کے حصوں کو برقرار رکھا۔۲۲

پارٹیشن کمیٹی نے کمیٹی ''بی'' کی متفق الرائے رپورٹ پر۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء کو بحث کی اور مغربی و مشرقی پنجاب کے تقسیم سے پہلے والے پانی کے حصوں کو برقرار رکھا۔اسکے علاوہ پارٹیشن کمیٹی نے کمیٹی ''بی'' کے دو ممبرز کو پیراگراف ۱۵کی شقوں پر عملدرآمد کرانے کیلئے تعینات کیا تاکہ دونوں صوبوں کو پانی کے مقررہ حصوں کی سپلائی کو یقینی بنایا جاسکے۔۲۳

ثالثی عدالت کے قانونی فیصلے

نہری پانی کی تقسیم پر ہندوستان اور پاکستان کے تاریخ دان متضاد نقطہ نظر رکھتے ہیں۔پاکستانی تاریخ دان دعوٰی کرتے ہیں کہ مغربی پنجاب نے اپنے نہری پانی کے حصے کو قانونی حیثیت دینے کیلئے ثالثی عدالت میں کوئی ریفرنس سرے سے دائرہی نہیں کیا تھا۔ باؤنڈری ایوارڈ کے منظر عام پر آنے کے بعد ہندوستان کوایک ایسی اَپر رائپرین ریاست کا درجہ حاصل ہو گیا جس کے پاس مادھوپور اور فیروزپور ہیڈورکس کا مکمل کنڑول تھا۔گویا ہندوستان کو مغربی پنجاب کو پانی فراہم کرنے والی گیارہ نہروں کے جال کا کنڑول دے دیا گیا۔مغربی پنجاب کیلئے اپنے تقسیم سے پہلے پانی کے حصے کا تحفظ زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا۔ اس مسئلہ کیلئے ایک رسمی و تحریری معاہدہ کی ضرورت تھی جو مشرقی و مغربی پنجاب کے پانی کے حصوں کا تعین کرتا۔ اس طرح کے رسمی معاہدہ کیلئے ضروری تھا کہ پارٹیشن کمیٹی میں ریفرنس دائر کیا جاتا۔ ہندوستان کو اَپر رائپیرین ہونے کی حیثیت سے ایسے کسی معاہدہ کی ضرورت نہ تھی۔ جبکہ مغربی پنجاب کو اس کی اشد ضرورت تھی۔اسے چاہیے تھا کہ معاملہ پارٹیشن کمیٹی میں اُٹھاتا اور ممکنہ اختلافِ رائے کی صورت میں کمیٹی مسئلہ کو ثالثی عدالت کو ریفر کرتی تاکہ عدالت قانونی فیصلہ جاری کرتی۔لیکن ایسا کوئی ریفرنس سرے سے دائر ہی نہ کیا گیا جیسا کہ چوہدری محمد علی بیان کرتے ہیں کہ

''پاکستان اور ہندوستان کے مشترکہ دریاؤں سے آب پاشی کیلئے استعمال ہونے والے پانی کا مسئلہ پارٹیشن کمیٹی کو بھیجا ہی نہیں گیا تھا کیونکہ اس پر کوئی اختلاف ہی نہیں تھا۲۴"

جبکہ دوسری طرف نرنجن داس گلھائی کے نزدیک ۳۰ نومبر ۱۹۴۷ء تک پانچ مسائل پارٹیشن کمیٹی سے ثالثی عدالت کو ریفر کیے گئے۔اور ان سب کا تعلق آب پاشی کے نظام کیلئے مالی ایڈجسٹمنٹ سے تھا۔۲۵

حقیقت یہ ہے کہ مغربی پنجاب کی حکومت بدلتی صورت حال کی شدت کو سرے سے محسوس ہی نہ کر سکی۔وہ پارٹیشن کمیٹی کے مشرقی پنجاب کے ممبرز کے اُن زبانی وعدوں پر یقین کر بیٹھی تھی جو وہ دھوکہ دینے کیلئے بار بار مغربی پنجاب کے ممبرز کے سامنے دہراتے

رہتے تھے کہ مغربی پنجاب کے پانی کے حصہ پر انہیں کوئی اختلاف اور اعتراض نہیں۔یہ گمراہ کُن بیانات اس لیے دیے گئے تھے کہ پاکستان کو ثالثی عدالت میں ریفرنس دائر کرنے سے روکا جائے۔لیکن اس دوران انڈیا خاموشی سے اُس دن کا انتظار کرتا رہا جب ثالثی عدالت کی مدت ختم ہونا تھی۔

یکم اپریل ۱۹۴۸ء کو ثالثی عدالت کی معیاد ختم ہوتے ہی مشرقی پنجاب کی حکومت نے اُن تمام نہروں میں پانی کی فراہمی روک دی جن سے مغربی پنجاب میں زرعی زمینوں کو سیراب کیا جاتا تھا۔ان میں دیپالپور کینال سسٹم،سنٹرل باری دوآب کینال اور بہاولپور اسٹیٹ ڈسٹری بیوٹری وغیرہ شامل تھیں۔ایسے نازک وقت پر جب پاکستان میں گندم کی فصل پکنے کے قریب تھی،ہندوستان کے پانی کی فراہمی روکنے کے عمل نے دونوں ملکوں کے درمیان کشیدہ سیاسی تعلقات کو مزید خراب کردیا۔قیصر بنگالی کے مطابق ہندوستان کے اس اقدام نے پاکستان میں تقریباً 1.7 ملین ایکڑ زرعی زمین کو متاثر کیا جس سے تقریباًایک ملین ٹن گندم کا پیداواری نقصان ہوا۔اسکے علاوہ مغربی پنجاب کے سب سے بڑے شہر لاہور کو اُسکی میونسپل ضروریات کیلئے پانی کی فراہمی سے محروم کردیاگیا۲۶۔ گلہائی اعتراف کرتا ہے کہ ہندوستان کے اس عمل سے لاہور کے نزدیک کچھ نہریں خشک ہوگئیں تھیں۲۷۔ ہندوستان کے اس قدم پر معاصر پریس میں مختلف آراء پیش کی گئیں۔مثلاً کچھ کے نزدیک اپر راپئر ین ہونے کی حیثیت سے ہندوستان نے اس عمل کے ذریعے اپر باری دوآب کینال پراپنے مکمل حق (Sovereign Right) کا دعوی کیا۔کچھ کے نزدیک ہندوستان نے پاکستان کو دباؤ میں لانے کیلئے اس قدم کو بطور ہتھیار استعمال کیا تاکہ پاکستان جموں وکشمیر پر اپنے دعوی سے دست بردار ہوجائے۲۸۔ تاہم اروڑا کے نزدیک مشرقی پنجاب کی حکومت نے مرکزی حکومت کی پیشگی رضامندی کے بغیر یہ قدم اُٹھایا۔۲۹

بہرحال ہندوستان کے اس عمل کا جو کچھ بھی محرک تھا اس نے دونوں ملکوں کے درمیان پانی کی تقسیم کے حوالے سے رسمی تنازعہ کی بنیاد رکھی جس کی وجہ سے پہلے سے کشیدہ تعلقات میں مزیدشدت آگئی۔ہندوستان کا یہ قدم انٹرنیشنل دریاؤں کے جہاز رانی کے علاوہ دوسرے اصراف کے حوالے سے بین الاقوامی قانون کی کھلی خلاف ورزی تھا۔

بند نہروں کو دوبارہ کھولنے کیلئے پاکستان کی تمام دلیلوں،اپیلوں اور احتجاج کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ لہذا اس انتہائی مشکل اور مایوس کن صورت حال میں پاکستان نے3 مئی ۱۹۴۸ء کو ایک وفد وزیر خزانہ غلام محمد کی قیادت میں ہندوستان بھیجا۔دوسرے ممبران پنجاب کے صوبائی وزراء میاں ممتاز دولتانہ اور سردار شوکت حیات تھے۔جبکہ ہندوستانی وفد کی قیادت جواہر لال نہرو نے کی اور ممبران میں این۔وی۔گیڈگل اور سواران سنگھ شامل تھے۔پاکستان نے پانی کی فراہمی روکنے کے خلاف احتجاج کیا اور اس قدم کو پارٹیشن کمیٹی معاہدہ کی کھلی خلاف ورزی قراردیا۔لیکن پاکستانی وفد کے اس مؤقف کا ہندوستانی مذاکراتی ٹیم پر کوئی اثر نہ ہوا۔مشرقی پنجاب کی حکومت نے واضح کر دیا کہ پانی کی سپلائی اُس وقت تک جاری نہیں کی جائے گی جب تک مغربی پنجاب کی حکومت یہ اقرار نہ کر لے کہ اُس کا ان پانیوں پر کوئی حق نہیں ہے۔۳۰

یہ پاکستان کیلئے کسی صورت قابل قبول نہ تھا جبکہ ہندوستان پاکستان کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کر رہا تھا کہ پانی کے حقوق طے کرنے کیلئے مسئلہ کو بین الاقوامی عدالتِ انصاف میں پیش کیا جائے۔اس طرح مذاکرات تعطل کا شکار ہوگئے۔پاکستانی وفد کے سربراہ ملک غلام محمد نے لارڈماؤنٹ بیٹن سے مداخلت کی درخواست کی جس کے جواب میں ماؤنٹ بیٹن نے جواہر لا ل نہرو سے مشورہ کیا۔ نتیجتاً ایک بیان Statement پاکستانی وفد کے سامنے رکھی گئی اور ساتھ یہ ہدایت بھی کی گئی کہ پانی کی بحالی کیلئے انہیں اس بیان پر بغیر کوئی لفظ یا قومہ تبدیل کیے دستخط کرنے پڑیں گے۔لہذا4 مئی 1948 کو غلام محمد اور مغربی پنجاب کے دووزراء نے پاکستان کی طرف سے جبکہ جواہر لا ل نہرو اور مشرقی پنجاب کے دو وزراء نے ہندوستان کی طرف سے اس پر دستخط کیے۔۳۱

جوائنٹ سٹیٹمنٹ آف 4 مئی1948(دہلی ایگریمنٹ)

اس سٹیٹمنٹ کے مطابق دونوں حکومتیں اپنی قانونی پوزیشنز کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسئلے کا عملی تناظر میں حل تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔مشرقی پنجاب کی حکومت سنٹرل باری دوآب اور دیپالپور کینالز سے پانی کی سپلائی آہستہ آہستہ کم کرے گی تاکہ مغربی پنجاب

کی حکومت کو متبادل ذرائع کی تعمیر کیلئے مناسب وقت مل سکے۳۲۔ مزید یہ ہے کہ مغربی پنجاب پانی کی بحالی کے بدلے ہندوستان کے وزیراعظم کی طرف سے متعین کردہ عارضی رقم جمع کرائے گا جو متنازعہ ادائیگیوں کو پورا کرنے کیلئے استعمال ہوگی۔علاوہ ازیں دونوں اطراف کی طرف سے پیش کردہ قانونی اور دوسرے ایشوز کا جائزہ لینے کے بعد اگلی میٹنگ ہوگی اور یہ اُمید کی جاتی ہے کہ کوئی دوستانہ حل تلاش کر لیا جائے گا۔ جوائنٹ سٹیٹمنٹ پر دستخط کرنے سے پاکستان کو پانی فراہمی تو بحال ہوگئی لیکن انتہائی بھاری قیمت پر۔کیونکہ

الف۔ ہندوستان سے پانی کی ترسیل کے بدلے پاکستان کو ایک بہت بڑی رقم ہندوستانی خزانے میں جمع کرانی پڑی۔

ب۔ ہندوستان کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ آہستہ آہستہ پاکستان کو پانی کی فراہمی کم کردے گا اور جب پاکستان متبادل ذرائع تعمیر کرلے گا تو مکمل طور پر روک دی جائے گی۔

گوکہ پاکستان نے اس سٹیٹمنٹ پر دستخط تو کردیے لیکن اس نے فوراً نہ صرف اس پر شقوں پراعتراضات اٹھائے بلکہ اُس ماحول پر اعتراض کیا جس میں پاکستان کو اس پر دستخط کرنے پرمجبورہونا پڑا۔جبکہ دوسری طرف ہندوستان پوری طرح مطمئن تھا کیونکہ وہ اسے ایک بین الاقوامی معاہدہ سمجھ رہا تھا۔علاوہ ازیں اُس نے پاکستان کے اس موقف کو بھی مکمل طور پر رد کر دیا کہ معاہدہ غیر قانونی تھا اور یہ انتہائی دباؤ کے ماحول میں سائن ہواتھا۔

جوائنٹ سٹیٹمنٹ پر دستخط کرنا پاکستان کی بہت بڑی غلطی تھی کیونکہ ہندوستان نے مستقبل میں ہونے والے تمام مذاکرات میں اس کے مواد کو بنیاد بنایا۔ہندوستانی نقطہ نظر کی وجہ سے یہ ابتدا سے ہی مختلف مسائل کا شکار ہوگئی اور آخر کار جولائی1950 سے پاکستان نے وہ رقم جمع کرانے سے انکار کردیا جو اس میں متعین کی گئی تھی۔اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کیا کہ مقررہ رقم صرف اُسی وقت جمع کرائی جائے گی جب تنازعہ کسی بین الاقوامی فورم جیسے بین الاقوامی عدالتِ انصاف یااقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں اُٹھایا جائے گا۔ بعد ازاں پاکستان نے اس سٹیٹمنٹ کو اس بنیاد پر مسترد کر دیا کہ اس پر ناجائز دباؤ کی صورت میں دستخط ہوئے تھے۔اور ساتھ ہی اسکے خاتمے کا نوٹس بھی جاری کر دیا۔۳۴

جوائنٹ سٹیٹمنٹ کے مختلف نکات پر متضاد آراء اور تشریحات کے پیش نظر دونوں ملکوں

کے درمیان مذاکرات تعطل کا شکار ہوگئے۔ ۱۹۵۱ء میں ورلڈ بینک کی مداخلت سے مذاکرات کا دوبارہ آغاز ہوا اور آخر کار ۹ سال کی طویل جدوجہد کے بعد ۱۹ ستمبر۱۹۶۰ء کو کراچی میں سندھ طاس معاہدہ پر دستخط ہوئے جس کے تحت تین مشرقی دریاؤں (راوی، ستلج اور بیاس) کا کنٹرول بھارت اور تین مغربی دریاؤں (سندھ، جہلم اور چناب) کا کنٹرول پاکستان کو دیا گیا۔

اختتامیہ

پنجاب کی تقسیم انسانی تاریخ کا ایک انتہائی المناک واقعہ ہے جس نے نہ صرف لاکھوں انسانوں کو اپنے آبائی علاقوں سے بے دخل کیا بلکہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان مستقبل کے سیاسی تعلقات پر بھی بے پناہ اثرات چھوڑے۔ہندوستان کی تقسیم کا فیصلہ تو چاوناچار کانگرس اور برطانوی حکومت نے قبول کر لیا لیکن اب وہ مسلمانوں کو ایسا پاکستان دیناچاہتے تھے جو کسی صورت میں بھی اقتصادی طور پر زندہ رہنے کے قابل نہ ہو۔ یہی وہ وجہ تھی جس کی بنا پر پنجاب اور بنگال کے مسلم اکثریتی صوبوں کو تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ مسلم لیگ کی طرف سے دونوں صوبوں کی تقسیم کے مطالبے کو تسلیم کرنے بعد بھی دونوں مخالف قوتوں کو اطمینان نصیب نہ ہو سکا۔ لہٰذا پنجاب کی سرحدی لائن کے تعین میں کئی ایک مسلم اکثریتی علاقے ہندوستان کے سپرد کر دیئے گئے جو اصولی طور پر پاکستان کا حصہ بننے چاہئیں تھے۔ان علاقوں کو ہندوستان کے سپرد کرنے سے پاکستان کے لئے بے پناہ مسائل نے جنم لیا جن میں نہری پانی کا مسئلہ انتہائی اہمیت کا حامل تھا۔ ریڈ کلف نے سرحدی لائن کا تعین اس انداز میں کیا کہ آبپاش علاقہ تو پاکستان میں تھا لیکن نہروں کو کنٹرول کرنے والے ہیڈورکس (مادھوپور اور فیروزپور) ہندوستانی علاقے میں تھے۔ لہذا ہندوستان نے اپنی پوزیشن کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یکم اپریل ۱۹۴۸ کو پاکستانی علاقوں کو سیراب کرنے والی تمام نہروں میں پانی کی سپلائی روک دی جس سے گندم کی فصل کو بے پناہ نقصان ہوا۔ پاکستان کی طرف سے پانی کی فراہمی کی بحالی کے لئے کی گئیں تمام اپیلوں اور دلیلوں کو ہندوستان نے مسترد کر دیا۔ لہذا حکومت پاکستان نے مجبوراً وزیر خزانہ غلام محمد کی سر براہی میں ایک وفد ہندوستان بھیجا۔ بالآخر ۴ اپریل ۱۹۴۷ کو ایک بیان پر

دستخط ہوئے جس کے مطابق پاکستان کو پانی کی سپلائی اس شرط پر بحال کی جائے گی کہ وہ ان پانیوں پر اپنے حق سے دستبردار ہو جائے گا۔ اسکے علاوہ پانی کی سپلائی کے نظام کو درست رکھنے کے لئے ہندوستان کے وزیراعظم کی طرف سے متعین کردہ ایک مخصوص رقم ہر سال ہندوستانی خزانے میں جمع کرائے گا۔علاوہ ازیں پاکستان مستقبل قریب میں متبادل پانی کا انتظام بھی کرے گا لیکن اس دوران ہندوستان پانی کی فراہمی جاری رکھے گا۔ وقتی طور پر پاکستان کو پانی کی فراہمی تو بحال ہوگئی لیکن مستقبل میں اس بیان پر دستخطوں نے نوزائیدہ مملکت کیلئے کئی مسائل کو جنم دیا۔ لہذا جلد ہی غلطی کا احساس کر لیا گیا اور حکومت پاکستان نے اس سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ کچھ عرصہ پانی کے مسئلے پر بات چیت تعطل کا شکار رہی لیکن ۱۹۵۱ میں ورلڈ بنک کے تعاون سے مذاکرات کا دوبارہ آغاز ہوا اور بالآخر ۱۹ ستمبر ۱۹۶۰ کو سندھ طاس معاہدہ پر دستخط ہوئے جس کے تحت دریائے سندھ، جہلم اور چناب پر پاکستان کا حق جبکہ راوی، ستلج اور بیاس پر ہندوستان کا حق تسلیم کر لیا گیا۔

حوالہ جات

۱۔ بشیر۔ اے۔ملک (Bashir A. Maik)، Indus Waters Treaty in Retrospect (لاہور، برائٹ بکس، ۲۰۰۵ء) ص ۸۷۔

۲۔ آئی۔ایچ۔قریشی (I. H. Qureshi)، The Sruggle for Pakistan (کراچی، یونیورسٹی آف کراچی پریس، ۱۹۶۵ء)ص۱۲۱۔

۳۔ قاضی سعیدالدین احمد (Qazi Saeed Uddin Ahmad)، Geography of Pakistan (کراچی، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۶۴ء) ص xxiii۔

۴۔ لیری کولنزاور ڈومینیکو لاپائیری (Larry Collins and Dominique Lapierre)، Freedom at Midnight(لندن، ہارپر کولنز، ۱۹۹۷ء) ص ۸۷۔

۵۔ ایضاً۔

۶۔ سر فرانسز ٹیوکر (Sir Francis Tucker)، While Memory serves (لندن، کیسل، ۱۹۵۰ء) ص ۶۵۔

۷۔ ایضاً۔

۸۔ لیری کولنزاور ڈومینیکو لاپائیری (Larry Collins and Dominique Lapierre) ص ۵۳۔

۹۔ بشیر۔ اے۔ملک (Bashir A. Maik) ص۴۵۔

۱۰۔ چوہدری محمد علی، (Chaudhary Muhammad Ali)، The Emergemce of Pakistan (لاہور، ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، یونیورسٹی آف دی پنجاب، ۱۹۷۳ء) ص ۱۷۴۔

۱۱۔ ایضاً۔ص ۱۷۷۔
۱۲۔ ایضاً۔
۱۳۔ بشیر۔ اے۔ملک (Bashir A. Maik) ص ۵۸۔
۱۴۔ پیارے لال (Pyarelal)، Mahatma Gandhi: The Last phase (احمد آباد (انڈیا)، ناواجیون پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۵۶ء) ص۱۲۳۔
۱۵۔ بشیر۔ اے۔ملک (Bashir A. Maik) ص۱۲۳۔
۱۶۔ سچن سین (Sachin Sen)، The Birth of Pakistan (لاہور، صدیق پرنٹرز، ۱۹۷۸ء) ص ۱۷۲۔
۱۷۔ آئی۔ایچ۔قریشی (I. H. Qureshi) ص۱۲۱۔
۱۸۔ سچن سین (Sachin Sen) ص ۱۷۶۔
۱۹۔ ایضاً۔
۲۰۔ جسٹس شمیم احمد قادری (Justice Shamim Admad Qadri)، Creation of Pakistan (لاہور، واجد علی اینڈ سنز لمیٹڈ، ۱۹۸۳ء) ص ۱۳۲۔
۲۱۔ طارق عامر (Tariq Amir)، Partition of the Punjab 1947، http://pakgeotagging.blogspot.com/2014/10/partition-of-punjab-in-1947.html.
۲۲۔ چوہدری محمد علی، (Chaudhary Muhammad Ali) ص ۱۷۴۔
۲۳۔ ایضاً۔ ص۳۱۸۔
۲۴۔ ایضاً۔
۲۵۔ نرنجن داس گلہاٹی (Nrinjan Das Gulhati)، Indus Waters Treaty: An exercise of International Mediation (نئی دہلی، الائیڈ پبلشرز، ۱۹۷۳ء) ص ۴۹۔
۲۶۔ قیصر بنگالی (Kaiser Bengali)، The Politics of Managing Water (کراچی، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۵ء) ص ۵۶۔
۲۷۔ نرنجن داس گلہاٹی (Nrinjan Das Gulhati) ص ۶۰۔
۲۸۔ میکل الوز آرتھر (Michel Aloys Arthur)، The Indus Rivers: A Study of the Effects of Partition (لندن، ییل یونیورسٹی پریس، ۱۹۶۷ء) ص ۱۹۵۔
۲۹۔ آر۔ کے۔ اروڑا (R. K. Arora)، The Indus Water Treaty Regime (نئی دہلی، موہت پبلیکیشنز، ۲۰۰۷ء) ص ۵۳۔
۳۰۔ نرنجن داس گلہاٹی (Nrinjan Das Gulhati) ص ۶۳۔
۳۱۔ رسول بخش پلیجو (Rasool Bakhsh Palijo)، Sindh-Punjab Water Dispute 1859-2003 (حیدر آباد، سنٹر فار پیس اینڈ سول سوسائٹی، ۲۰۱۱ء) ص ۱۳۲-۱۔
۳۲۔ نرنجن داس گلہاٹی (Nrinjan Das Gulhati) ص ۱۹۷۔
۳۳۔ شائستہ تبسم (Shaista Tabassum)، River Water Sharing Problem between India and Pakistan: A Case Study of Indus Water Treaty (کولمبو، ریجنل سنٹر فار سٹریٹیجک سٹڈیز، ۲۰۰۴ء) ص ۱۳۔